جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والعصر
ان الانسان
لفی خسر

شعبان ۱۴۲۱ھ

نومبر ۲۰۰۰ء

العصر

پشاور
پاکستان

ماہنامہ

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ

نوتھیہ روڈ پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

ماہنامہ العصر پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

مجلس ادارت

مدیر مسؤل

مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر

مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد

مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر

ثار خان ایڈووکیٹ

نومبر ۲۰۰۰ء شعبان ۱۴۲۱ھ جلد ۶ شمارہ ۱۱

فہرست مضامین

دشمنان اسلام کی دھمکیاں اور اس کے تقاضے	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۶
نوٹ کی شرعی حیثیت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۲
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۱۷
قرآن حکیم اور میڈیکل سائنس	ڈاکٹر نور محمد	۲۴
عربی زبان کی امتیازی خصوصیات قرآن مجید کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی	۲۹
انسان اور انسانیت	مولانا سعید الدین شیر کوٹی	۳۷
اخبار الجامعہ	مولانا تحمید اللہ جان	۴۷

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر - صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر: مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰ روپے سالانہ اندرون ملک ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۲۰ ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

اداریہ

دشمنان اسلام کی دھمکیاں اور اس کے تقاضے

[illegible]

[illegible]

حالات کی وجہ سے پاکستان کا چپہ چپہ طارق بن زیاد، محمد بن قاسم اور صلاح الدین
تاریخ ایک دفعہ پھر دہرانا چاہتا ہے - اور یہی جذبہ دشمنان اسلام اپنے لئے موت
سمجھتے ہیں ایسا ہی ایران بھی ایٹمی طاقت بننے کے لئے پر تول رہا ہے - دشمنان اسلام
نقشہ پر اسلام کے نام سے آباد ملک کی یہ طاقت دیکھنا نہیں چاہتے ہیں - اس
افغانستان یا اسامہ بن لادن کے حوالہ سے بہت کچھ کرنا چاہتا ہے ابھی تو یہ خبریں آ
کہ ترک اور ہندوستان مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے سب کچھ داؤ پر لگانے کے لئے
ہے -

یہ تاریخ کا نازک موقعہ ہے آج مسلمانوں کی معمولی غفلت کے اثرات
تاریخ کو متاثر کر رہی ہے مسلمانوں کے تشخص مٹنے کا خطرہ ہے مسلمانوں کے وجو
خطرہ ہے اگر آج مسلمان بیدار نہ ہو تو یہ اپنے وجود کو خود ختم کرنے میں معاون و مدد
ثابت ہوں گے - آج کے حالات کا جائزہ نہ لینا اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے اور آ
نسلیں کبھی ان کو معاف نہیں کرے گی -

آج مسلمان کے پاس وسائل کی کمی نہیں - پوری دنیا کی بینکیں مسلمانوں
دولت سے آباد ہیں تیل جو دنیا کی بنیادی ضرورت بن چکی ہے - اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہے
آج ہمیں افراد کی قلت کا شکوہ نہیں اور نہ قابلیت سے ہمارے نوجوان عاری ہیں بلکہ پوری
نیا مسلمان کی عقل و دماغ سے نشوونما پا رہی ہے کئی مسلمان ڈاکٹرز، انجینئرز اور سائنس
دانوں سے مغربی یونیورسٹیاں آباد ہیں - آج ہمارے پاس جس چیز کی کمی ہے وہ وسائل کو
بروئے کار لانے اور مستقل منصوبہ بندی کا فقدان ہے -

دشمنان اسلام کی پالیسیاں نظریات کے تحفظ کے لئے بنتی ہے جبکہ مسلمانوں
کے ہاں تمام پالیسیوں میں شخصیات کا کردار نمایاں ہوتا ہے ان کی پالیسیوں سے افکار
نظریات نشوونما پاتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی پالیسیوں سے شخصیات کے مفادات کا تحفظ ہوتا

ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں ہر ملک کی پالیسی ایک دوسرے سے مختلف ہے بلکہ ایک ملک میں جو بھی مسند اقتدار پر قابض ہو ملک کی تمام مشنری اس کی ذات کا تحفظ کرتی ہے چنانچہ صبح کی پالیسی ایک ہوتی ہے اور شام کو دوسری پالیسی بنائی جاتی ہے جبکہ ان کے ہاں شخصیات کے آنے جانے سے پالیسیاں تبدیل نہیں ہوتی ہیں - امریکہ کا اقتدار کانگرس کے قبضہ میں ہو یا ایپلیکن الگور صدر رہنے یا جونیر لیش پالیسی وہی رہے گی جو ریگن، بش اور کلنٹن سے وراثت میں ملے ہیں -

مسلمانوں کی کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے کہ وہ خود کو ایک بہتر مسلمان ثابت کرے - جب دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہو - اسلامی اقدار کا غلبہ ہو تو اس کی تمام تر محنت ذات کی بجائے اسلامی معاشرہ کے لئے ہو گی - مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ صرف اپنی ذات کے لئے سوچے بلکہ وہ پوری امت کے لئے فکر مند رہے گا - پوری دنیا کی خیر خواہی اس کا ہدف ہو گا - حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو راہ عمل بنا کر تمام مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا -

دنیا کے تمام مسلمان ایک بدن کی مانند ہیں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورا بدن تکلیف میں رہتا ہے - ایک دوسری روایت کا مفہوم ہے پوری دنیا کے مسلمان ایک دیوار کی مانند ہیں یعنی ایک دوسرے سے معاشرہ میں ان کا تشخص قائم ہے -

اگر مسلمانوں میں اسلامی اقدار کے غلبہ کا جذبہ پیدا ہو تو اس کے لئے ان کی عصری ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے مشترکہ اسلامی بنک قائم ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو سود ساز پالیسیوں کے علمبردار ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے نجات دلا سکتا ہے -

اگر مسلمانوں میں اجتماعیت کا تصور پروان چڑھے تو دنیا کی ۱/۵ واں حصہ آبادی کا ایک پلیٹ فارم بن کر گورے، کالے، عرب و عجم سب کا ایک فوج ایک جھنڈا اور ایک

سالار ہو کر دنیا سے ظلم وستم کا نام مٹ سکتا ہے عالم اسلام کی ایک عدالت سے حق و...
کے فیصلے ہو کر مسلمان پوری دنیا پر ایک دفعہ پھر راج کرنے کی پوزیشن میں آسکتے ہیں۔
تمام مسلمان ایک ہو کر ایک سکہ اور ایک اقتصادی پالیسی اپنا کر عالمی منڈی...
اپنا وقت پیدا کر سکتے ہیں صرف یہ نہیں بلکہ تعلیمی وتربیت کے میدان میں اپنی...
صلاحیتیں دکھا کر اسلامی سائنس کی اصطلاح معرض وجود میں آسکتی ہے۔
یہ سب کچھ صرف ممکن نہیں بلکہ آسان ہے بشرطیکہ کہ ہم ایک بہتر مسلما...
ہیں

والعصر ان الانسان لفی خسر

۹۱۴۲۱/۸/۱۰

گل چپس فیکٹری
یاد رکھیں
گل چپس فیکٹری ورسک روڈ پشاور
فون نمبر
273281

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمن

واذ قال موسى لقومه يقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم ذالكم خيرلكم عندبارئكم فتاب عليكم انه هو التواب الرحيم

ترجمہ:۔(اور یاد کرو وہ وقت) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔اے قوم یقیناً تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ پر سخت ظلم کیا ہے پس (اس کا علاج یہ ہے کہ) تم اپنے پروردگار کے آگے توبہ کر کے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہ تمہارے حق میں تمہارے پروردگار کے ہاں بہت بہتر ہے۔پس اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی وہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

محاسن:۔پانچواں انعام/توبہ کی قبولیت

بچھڑے کی عبادت یقیناً بڑا جرم تھا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے واپسی پر قوم سے اس کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا اے میری قوم یقیناً تم نے بچھڑے کو الہ بنا کر اپنے آپ پر بڑی زیادتی کی ہے مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ بچھڑے کی عبادت کے موقعہ پر بنی اسرائیل کی تین جماعتیں رہیں ایک جماعت وہ تھی جنہوں نے موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نائب حضرت ہارون کا ساتھ دیا اور شرک کی بیماری سے محفوظ رہے لیکن دوسری دونوں جماعتیں کمزوری کے شکار رہیں۔کیونکہ دوسری جماعت نے ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دینے کی بجائے خاموشی اختیار کی۔ نہی عن المنکر سے باز رہنا بھی جرم ہے اس لئے یہ دوسری جماعت اس تیسری جماعت کے ساتھ زیادتی میں شریک رہی۔جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی۔چنانچہ دوسری اور تیسری جماعت دونوں کو اپنے کئے ہوئے پر

ندامت کی ضرورت پڑی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے اپنے پروردگار کے دربار میں توبہ نکالنے کے سوااور کوئی چارہ نہیں اور توبہ کی کیفیت یہ رہی کہ دوسری جماعت تلواریں لیکر تیسری جماعت والوں کو قتل کریں ظاہر ہے کہ ساتھی کے تلوار کے سامنے ثابت قدم رہ کر قتل ہونا دشوار گزار مرحلہ ہے لیکن اپنے بھائی، چچا، ماموں پر تلوار اٹھانا بھی ایک اذیت ناک کیفیت سے کم نہیں تاہم دونوں جماعتوں کے کردار میں تفاوت رہی اس لئے توبہ کی کیفیت مختلف رہی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قتل کرنے والوں نے تلوار لیکر جب میدان میں اترے توان کے لئے اپنے رشتہ دار کو قتل کرنا مشکل تھااس لئے بادل کی تاریکی میں ان لوگوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا آخرکار حضرت موسیٰ اور ہارون کی دعا سے معافی کا اعلان ہوا جو لوگ قتل ہوئے یا جنہوں نے قتل کیا دونوں کے حق میں یہ توبہ نہایت بہتری کا ذریعہ ثابت ہوا کیونکہ اس سے یہ لوگ گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہوئے اور آخرت میں سرخ روئی اور کامیابی کی توقع پیدا ہوئی جبکہ توبہ کے بغیر ناکامی یقینی تھی۔

گوسالہ کی محبت چونکہ ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی تھی۔پورے بدن میں شرک کے حلول سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت دور رہ گئے تھے کیونکہ شرک ﴿اور پھر ایسی حالت میں جہاں پروردگار کے احسانات کا قدم بقدم مشاہدہ ہو رہا ہو﴾ ایسا قبیح جرم تھا اور جس کی آلودگیوں سے پاکی کے لئے قتل کے سوا کوئی دوسرا نسخہ مفید نہیں تھا قتل ہی ان کی بخشش کا ذریعہ ثابت ہوا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے ایک دوسرے کا قتل تمہارے پروردگار کے ہاں بہت بہتر ہے وہ تم پر رحمت کے دروازے کھول کر تمہاری بخشش فرمائیں گے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والے اور ان پر نہایت مہربانی کرنے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ﴿فاقتلو انفسکم﴾ کا یہ مطلب نہیں کہ تم خودکشی

...کو کیونکہ خودکشی طبعی طور پر ناقابل تحمل فعل ہے جس سے انسان کو مکلف قرار دینا ...کلیف ما لا یطاق کے مترادف ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت کے احتمال کی ...صورت میں کسی مجازی معنی کا مراد لینا بے سود ہے جب ایک فریق دوسرے کو قتل کر کے ...نوں کا ذمہ فارغ ہوتا ہو تو ﴿فاقتلوا انفسکم﴾ سے کسی سخت سزا کا حکم مراد لینا ...قابل فہم ہے ہماری شریعت میں قصاص کو لیجئے کہ قاتل کو قتل کر کے اس کے گناہ کی ...فیف یا معافی کا ذریعہ بنتا ہے چنانچہ بعض علماء کے نزدیک ان کی توبہ کی حقیقت ان کا قتل ...۔اس لئے پھر ﴿فاقتلوا انفسکم﴾ ﴿فتوبوا الی بارئکم﴾ کے لئے تفسیر کے ...جہ میں ہے

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مقتول ہو جانا توبہ تھی یا توبہ کا تتمہ تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں قاتل عمد کی توبہ قبول ہونے کے ...ئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو وارثان مقتول کے حوالہ کردے ان کو اختیار ہے ...لیں یا معاف کرے۔

...قلتم یموسی لن نومن لك حتی نری الله جهرة فاخذتکم الصعقة و أنتم ...ظرون ○ ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون ○

...مہ :۔اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے جب ...ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھیں پس پکڑا تم کو ایک آسمانی چیخ نے اس ...میں کہ تم ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔پھر تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا ...تم احسان مانو۔

...ن :۔چھٹا انعام / گستاخانہ رویہ پر فرصت شکریہ کی فراہمی۔

...کے ...احل سے فارغ ہو کر جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات بنی اسرائیل پر ...ن تو طبعی کجروی سے مجبور ہو کر ماننے کی بجائے لیت ولعل سے کام لیا اور کہنے لگے

اے موسیٰ ہم تمہاری باتوں پر اس وقت تک یقین نہیں کر سکتے جب ہم خود اپنی آ
ے اللہ تعالیٰ کو آمنے سامنے نہ دیکھیں اگرچہ سوال تعنت سے بھرا ہوا تھا نتیجہ
متانت کے آثار اس میں نمایاں نہیں تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ستر آ
کے انتخاب کا حکم دیکر کوہ طور پر بلوایا تاکہ وہ جلوہ طور کا مشاہدہ کر سکیں۔ بعض مفسر
رائے ہے کہ توبہ کے مراحل سے فارغ ہو کر حضرت موسیٰ ستر آدمیوں کا جرگہ لے
پر تشریف لے گئے تاکہ وہاں پر پوری قوم کی طرف سے معذرت پیش کر سکیں
جب اللہ تعالیٰ کے کلام کو اتار دیکھا تو بالمشافہ دیکھنے کا مطالبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کو
کا مطالبہ غیر مہذب سوال تھا جس کے نتیجہ میں یہ لوگ خدائی عذاب کے مستحق ٹھ
۔عذاب کی صورت کیا تھی؟ قرآن نے ﴿فاخذتكم الصاعقة﴾ سے اشارہ دیکر
یہ ان کی موت کا پیغام ثابت ہوا چنانچہ حسنؒ اور قتادہؒ کی رائے ہے کہ ﴿صاعقه﴾
مراد ہی ان کی موت ہے۔ دوسرے مفسرین کے نزدیک ﴿صاعقه﴾ سبب موت
ان کے ناشائستہ مطالبہ پر آسمان سے ان پر آگ برسی جس سے یہ مر گئے یا ایک آ
تھی جس سے یہ لوگ ہلاک ہوئے بہر حال جو بھی تھا اس سے ان کی موت واقع ہوئی۔

حضرت موسیٰ نے قوم کے نمائندے مردے پا کر اللہ تعالیٰ سے درخواست
اے اللہ یہ تمہاری آزمائش ہے میں واپس جا کر قوم کو کیا جواب دوں گا۔ قوم تو یہی کہ
کہ تم ہمارے نمائندے کوہ طور پر مارنے کے لئے لے گئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان
دوبارہ زندگی دیکر شکریہ ادا کرنے کا ایک اور سنہری موقع فراہم کیا۔

بعض لوگ مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندگی ملنے پر یقین نہ کرنے کی وجہ
یہ کہتے ہیں کہ اس سے حقیقی موت مراد نہیں بلکہ بے ہوشی کو موت کہا گیا ہے اور
زندگی بے ہوشی سے ہوش میں آنا ہے اور بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر م
سے حقیقی مرنا مراد ہو تو پھر ﴿بعثنكم﴾ سے ان کو زندہ کرنا مراد نہیں بلکہ ان کی نس

باقی رکھ کر روئے زمین پر ان کو پھیلانا در حقیقت ان کے اسلاف کی حیات ہے لیکن یہ تمام توجیہات قرآن کے ظاہر سے متصادم ہیں جب اللہ تعالیٰ ﴿اوکالذی مر علی قریة﴾ یا اصحاب کہف کے واقعہ میں مردوں کو دنیا میں زندہ کر کے لوگوں کو اس کا مشاہدہ کرا چکے ہیں پھر بنی اسرائیل کو مرنے کے بعد زندہ کرنے میں کون سی رکاوٹ اور مانع ہے جس کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی لیا جا رہا ہے۔

بنی اسرائیل کے معاندانہ رویہ اور ان کی سزا کو مد نظر رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کبھی ماحول اور سیاق و سباق کے حوالہ سے مختلف شکل اختیار کر سکتا ہے۔ ممکن ہے ایک سوال کسی محفل میں ایک شخص کی زبان سے سنجیدگی پر عمل کیا جا سکتا ہو لیکن دوسری محفل میں لاحقہ و سابقہ کی بنا پر یا لب و لہجہ کی وجہ سے یہی سوال غیر سنجیدہ حرکت کے مترادف سمجھا جاتا ہو اس لئے ماحول کا الفاظ کے معانی پر گہرا اثر ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ﴿رب ارنی انظر الیك﴾ ﴿اے اللہ مجھے اپنی ذات کا مشاہدہ کرائیں تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں﴾ سے کیا۔ وہاں پر اس سوال میں سنجیدگی تھی اس لئے جواب میں فرمایا ﴿لن ترانی﴾ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے ہو یہ چونکہ خواص کا مقام تھا اس لئے سوال سے کسی بے ادبی کا شائبہ محسوس نہیں ہوا لیکن جب عوام کی زبان سے یہ مطالبہ سنا گیا تو اس میں سنجیدگی کی بجائے تعنت کا غلبہ رہا۔ اس لئے ان کو بطور تادیب موت کی سزا دی گئی معلوم ہوا کہ خواص اور عوام کا دائرہ ایک دوسرے سے مختلف ہے اس لئے صوفیاء کے ایسے اقوال و افعال پر فتویٰ دینے سے احتراز کرنا چاہئے جو عام آدمی کی سمجھ سے بالا ہو یا ان کے دائرہ معرفت سے واقفیت نہ ہو۔

نوٹ کی شرعی حیثیت

مفتی ذاکر حسن ن...

نوٹ (کرنسی) کی شرعی حیثیت پر عرب و عجم کے علماء تحقیقی مباحث
مراحل سے گزر چکے ہیں- اب صحیح نقطہ نظر اور رائے یہ ہے کہ نوٹ رسید نہیں بلکہ
مال ہیں- لیکن مال کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی اور قدرتی جس کو ثمن حقیقی کہتے ہیں (۲)
مصنوعی اور اصطلاحی جس کو ثمن عرفی کہتے ہیں- ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک روپیہ
نوٹ خود مال ہے اور باقی نوٹ اس کی رسیدیں ہیں- معلوم نہیں یہ کس کس کی رائے
لیکن ایک شخصیت کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی یہی رائے ہے اور وہ ہیں م...
مفتی رشید احمد مدظلہ احسن الفتاوی میں زکوٰۃ کی بحث میں لکھا ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ
بذات خود مال ہے- اور بقایا مالیت کے نوٹ اس کی رسیدیں ہیں- وجہ اس کی یہ بتلائی
ہے کہ ایک روپیہ کے نوٹ اور باقی نوٹوں میں فرق ہے- ایک روپیہ کے نوٹ پر یہ عبارت
درج ہے ﴿حکومت پاکستان ایک روپیہ﴾ یعنی اس نوٹ کو حکومت پاکستان جاری کرتی
ایک روپیہ کے علاوہ نوٹوں پر یہ عبارت درج ہوتی ہے

بنک دولت پاکستان ﴿پچاس روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا﴾ حکومت
پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا- یعنی ان بقایا مالیت کے نوٹوں کو اسٹیٹ بنک جاری کرتا
ہے- غرض دو، پانچ، دس، پچاس، سو، پانچ سو، ایک ہزار کے نوٹ پر یہی لکھا ہوتا ہے کہ
حامل ہذا کو مطالبہ پر اتنے روپے دیئے جائیں گے- یعنی ہر مالیت کے نوٹ میں ایک روپیہ
کی بنیادی اکائی موجود ہے- اس نقطہ نظر کو تسلیم کرلیں تو پھر وہی دشواریاں ہوں گی جو ا...
صورت میں تھیں کہ نوٹ رسید ہے- لیکن یہ نقطہ نظر صحیح نہیں اگر یہ رائے صحیح ہوتی
جتنی مقدار ایک روپیہ کے نوٹوں کی ہے اتنی ہی مقدار بقیہ (پانچ، دس، پچاس وغیرہ...

نوٹوں کی ہونی چاہئے تھی- اس لئے کہ رسید میں درج شدہ عدد جو بھی ہوں وہ اپنی پشت پر
صحیح مقدار کی ترجمانی ہوتی ہے- ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کے کسی کے ذمہ 100 روپیہ
ہوں اور آپ رسید میں دو سو روپیہ لکھ دیں بلکہ سو روپیہ کے قرضہ کیلئے سو روپیہ کی رسید
...بنانی ہوگی لیکن ہم عملاً دیکھ رہے ہیں کہ ایک روپیہ کے نوٹوں کی تعداد محدود ہے جبکہ اس
کے علاوہ تمام مالیت کے نوٹ گنتی سے باہر ہوگئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ بقیہ مالیت
کے نوٹ ایک روپیہ کی رسیدیں نہیں ہیں- اس نقطہ نظر کے غلط ہونے کے لئے احقر کے
نزدیک ایک اور دلیل بھی ہے جس کو اہل علم کے سامنے پیش کیا جارہا ہے- ایک روپیہ کے
نوٹ پر حامل ہذا کی عبارت درج نہیں- اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ بقیہ تمام
اوپر والے نوٹوں کے لئے بنیادی اکائی ہے- اس کو حسابی زر اور حسابی نوٹ بھی کہہ سکتے ہیں
یہ ایک روپیہ کا نوٹ جس کو حسابی زر یا نوٹ کہتے ہیں یہ صرف گنتی کے کام آتا ہے- ایک
آدمی اگر ہزاروں یا لاکھوں روپے گننا چاہے تو کیسے گنے گا- گننے والا کیا کہے گا کہ کتنے نوٹ ہو
...بنائیے- نوٹوں کی گنتی کے لئے ایک بنیادی اکائی انتہائی ضروری ہے- جب ہم کہتے ہیں ایک
لاکھ روپے ہوگئے- اس کا مطلب ہے ایک لاکھ بنیادی اکائیاں اس رقم میں موجود ہیں- اگر
ہم کسی کو نوٹ دینا چاہیں یا کسی سے لینا چاہیں تو کیا کہیں کہ کتنے نوٹ دے دیئے یا لے لئے-
جب بنیادی اکائی معلوم ہو تو تمام دشواریاں ختم ہو جاتی ہیں- مثلاً ہم کہتے ہیں ایک کلو میٹر
...اس کا مطلب ہے ہزار میٹر اور ایک میٹر فاصلہ ہر ایک کو معلوم ہے تو اندازہ ہو جاتا ہے
کہ کتنا فاصلہ طے کر لیا اور کتنا باقی ہے- اگر ایک میٹر کی بنیادی اکائی نہ ہوتی تو فاصلے ناپنے
مشکل ہو جاتے- گز کے لئے فٹ بنیادی اکائی ہے فٹ کے لئے انچ اور انچ کے لئے سینٹی
میٹر- اگر یہ بنیادی اکائیاں نہ ہوتیں تو ناپ، تول اور گنتی مشکل ہو جاتی- جب ہم کہتے ہیں
ایک کلو دودھ چاہئے تو معنی یہ ہے کہ ہزار گرام دودھ اور ایک گرام بنیادی اکائی سب کو
معلوم ہے- اسی بنیادی اکائی کے وجود کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے- اگر

بنیادی اکائیاں زیادہ ہوں تو قیمت زیادہ ہوتی اور بنیادی اکائیاں کم ہیں تو قیمت کم

بات معلوم ہوئی کہ ایک روپیہ پر حامل ہذا کی عبارت کا درج نہ ہونا اس بات کی دلیل
کہ یہ ایک روپیہ خود مال ہے اور باقی نوٹ اس کی رسید ہیں بلکہ تمام مالیت کے نوٹ
ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ مال کے ساتھ ساتھ ایک بنیادی اکائی
حسابی زر بھی ہے۔ جس طرح باقی نوٹوں کی پشت پر کچھ مال موجود ہے اس طرح ایک
کے نوٹ کی پشت پر کچھ مال موجود ہے۔ مثلاً ٹائی وغیرہ۔ اس لئے کہ تمام نوٹوں کی
قدر اور حیثیت کچھ بھی نہیں صرف اصطلاح، عرف اور قانون کی وجہ سے اس کاغذ
یہ اہمیت حاصل ہے کہ ان کی پشت پر مختلف مقدار کی اشیاء موجود ہیں اور یہ اشیاء ان
کی قوت خرید ہے۔ دنیا کی تمام کرنسیوں کی قوت خرید اور بنیادی اکائیاں مختلف ہیں۔
ڈالر، درہم، ریال، دینار، پاؤنڈ، ین، فرانک روپیہ وغیرہ بعض اشیاء ایک ڈالر میں ملتی
اور ایک روپیہ میں نہیں ملتی اس لئے کہ ڈالر کی قوت خرید زیادہ ہے۔

بنیادی اکائی کی مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ ایک وقت تھا کہ ایک
کے لئے بنیادی اکائی ایک پائی یا ایک پیسہ تھا۔ ایک روپیہ میں 100 پائیاں یا 64 پیسے
کرتے تھے۔ یا ایک آنہ یعنی ایک روپیہ کے لئے 16 آنے ہوتے تھے۔ ایک آنہ میں چار
لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایک آنہ مال ہے اور ایک روپیہ سولہ آنوں کی رسید ہے۔ یا ایک
مال ہے اور ایک آنہ چار پیسوں کی رسید ہے آج کل چونکہ ایک پیسہ، ایک آنہ، چونی یا
کی اہمیت ختم ہو گئی ہے اس لئے بنیادی اکائی روپیہ بن گئی۔ روپیہ کی بھی قوت خرید آہستہ
آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ایک روپیہ کے ضیاع کو کوئی نقصان ہی نہیں سمجھ رہا۔
روپیہ کے نوٹ اگر مزید نہ چھپیں تو موجودہ نوٹ بہت جلد ضائع ہو کر ختم ہو جائیں گے
غالباً اس لئے حکومت نے ایک روپیہ کا سکہ جاری کر دیا۔ جو ضائع نہیں ہوتا اگر
حفاظت نہ بھی کرے تو پھٹنے کا احتمال نہیں ہوتا۔

لہذا ہر مالیت کا نوٹ مال اور ثمن عرفی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک سونا
چاندی کے علاوہ اگر لوگ کسی شی پر اتفاق کر لیں کہ یہ آلہ مبادلہ ہوگا تو وہ ثمن بن جائے گا
فرماتے ہیں کہ سونا چاندی فطری اور قدرتی ثمن ہے۔

باب فن المعاملات میں فرماتے ہیں۔ ولما كان كثير من الناس يرغب فى شي وعن شي فلايجد من يعامله فى تلك الحالة اضطروا الى تقدمة وتهئية واندفعوا الى الاصطلاح على جواہر معدنية تبقى زمانا طويلاً ان تكون المعاملة بها أمراً مسلماً عندهم وكان الاليق من بينها الذهب والفضة لصغر حجمها وتماثل افرادهما وعظم نفعهما فى بدن الانسان ولتاتى التجمل بهما فكان نقدين بالطبع وكان غيرهما نقداً بالاصطلاح (حجة الله البالغة ص ٤٣)

ترجمہ:۔ اور جب کہ بعض لوگ ایسے تھے کہ ان کو ایک چیز پسند تھی جو دوسروں کو ناپسند تھی اور ان کو ایسا شخص نہ ملتا تھا جس سے وہ معاملہ کرتے تو لامحالہ ان کو تقدم اور تھیۂ کرنے پڑا اور انہوں نے معدنی جوہروں کو جو مدت طویلہ تک باقی رہتے ہیں معاملات میں ثمن قرار دیا اور یہ سب کے نزدیک مسلم امر ہو گیا اور ان جواہرات میں سے سونا اور چاندی زیادہ موزوں تھے کیونکہ ان کا حجم چھوٹا افراد مساوی اور بدن انسان کے لئے نافع تھے۔ اور ان سے زینت حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے یہی دونوں چیزیں قدرتی طور پر نقد قرار پائیں اور ان کے ماسوا دوسری چیزیں مقرر کرنے سے ثمن بن سکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

اشیاء ضرورت کے حصول کے لئے اب آلہ مبادلہ پوری دنیا میں کاغذی ز
جو آلہ مبادلہ کی ارتقائی شکل ہے۔ ہر ملک کا اپنا الگ قانونی زر ہے اور اس پر تمام لوگو
اتفاق ہوتا ہے۔ لہذا ہر ملک کی ہر مالیت کا نوٹ ثمن عرفی اور مال ہے نوٹوں پر وجوب ز
بھی آئے گا اور اسی نوٹ کے ساتھ ادائیگی بھی ہو جائے گی۔ تبادلہ میں کمی زیادتی سود ہو
یونکہ سونا چاندی کی طرح نوٹوں کے تمام افراد ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ ان
مالیت برابر ہوتی ہے۔ ان نوٹوں کی طرف لوگوں کی رغبتیں اور حاجتیں برابر ہیں۔ اس
کمی و زیادتی سود اور ناجائز ہے جبکہ دیگر اشیاء میں لوگوں کی رغبتیں اور حاجتیں مختلف ہو
ہیں۔ اس لئے ان کے تبادلہ میں کمی و زیادتی جائز ہے۔ واللہ اعلم

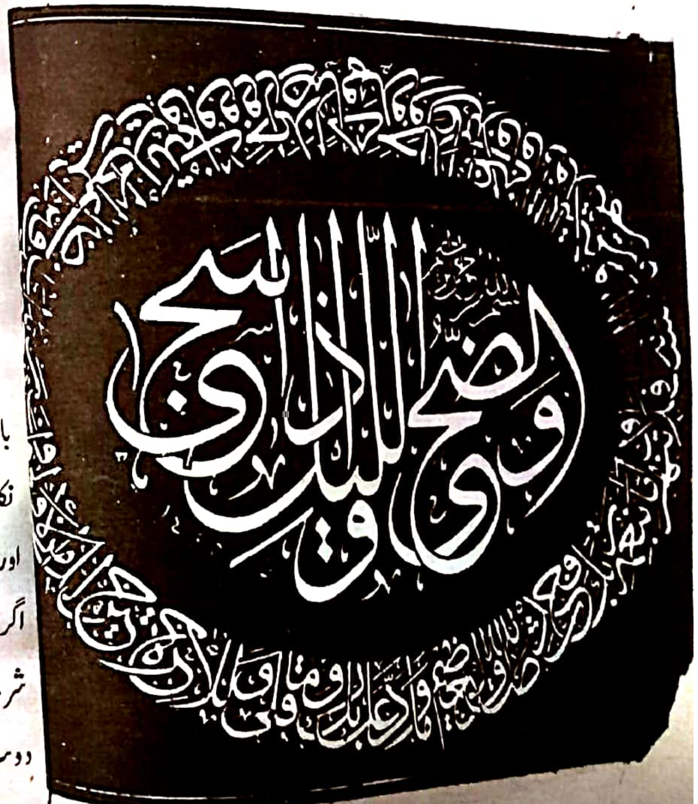

دار الافتاء

مفتی غلام الرحمن

نکاح میں مقررہ شرائط کی رعایت

سوال:- ایک شخص نے بیٹی کا رشتہ کراتے وقت داماد کو اپنے پاس گھر داماد بننے پر اصرار کیا کہ میری بیٹی کو میری اجازت کے بغیر دوسری جگہ آباد نہیں کرو گے اور اگر تم نے کسی دوسری جگہ میری اجازت کے بغیر آباد کیا تو تجھ پر میری بیٹی تین طلاق سے طلاق ہو گی داماد نے باقاعدہ شرط قبول کی ہے ایسی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

کیا اس شرط کے ہوتے ہوئے نکاح منعقد ہو گا یا نہیں ؟

اور خاوند اگر ایک دفعہ اجازت لیکر دوسری جگہ آباد ہو تو آئندہ کے لئے یہ شرط ختم ہو گی یا ہمیشہ کے لئے یہ شرط داماد کے سر پر چھتری بن کر رہے گی۔

مستفتی قاری محمد نواز

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق

نکاح باقاعدہ ایجاب و قبول سے عبارت ہے لہذا شرائط کی رعایت کرتے ہوئے باقاعدہ گواہان کے روبرو جب ایجاب و قبول ہوا ہو تو ان شرائط کے باوجود نکاح منعقد ہو گا۔ نکاح ایسا عقد ہے جو بے بنیاد اور فاسد شرائط کی موجودگی میں بھی اپنا تشخص بحال رکھتا ہے اور غیر مناسب شرائط اس کے وجود پر اثر انداز نہیں رہتیں۔ تاہم ﴿گھر داماد بننے﴾ کی شرط اگر صرف وعدہ کے درجہ تک محدود ہوتی تو خاوند پر اس کی ایفاء ضروری نہیں کیونکہ یہ شرط مقتضیات عقد میں سے نہیں جس کی رعایت ہو سکے لیکن سسر نے بغیر اجازت دوسری جگہ آباد کرنے پر تین طلاق کا وقوع معلق کیا ہے اور خاوند نے حسب بیان اس سے

اتفاق کر کے اقرار کیا ہے لہذا ایسی صورت میں داماد اگر اپنی بیوی کو سسر کے گھر
کر کسی دوسری جگہ باقاعدہ رہائش اختیار کرنے کی نیت سے بسائے تو اس سے
واقع ہونے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں البتہ حسب شرط اگر سسر کی اجازت سے
جگہ آباد ہو تو پھر استثناء کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

محررہ بیان میں کچھ ایسے الفاظ نہیں پائے جاتے جو بار بار اجازت لینے کی ضرورت
پر دلالت کرے لہذا ایک دفعہ سسر کی اجازت سے دوسری جگہ آباد ہونے پر طلاق
منطقی انجام کو پہنچ کر بعد ازاں موثر نہیں رہے گی لہذا بار بار اجازت لینے کی ضرورت

والدليل على ذلك ما فى الهنديه

ألفاظ الشرط ان واذا واذا ما وكل وكلا ومتى ففى هذه الألفاظ اذا وجدت الشرط انحلت اليمين وانتهت لا نها لا تقتضى العموم والتكرار فيوجود الفصل مرة ثم الشرط وانتهت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده الا فى كلما الخ

(ج ۱/۱۵

ترجمہ:۔ شرط کے یہ چھ الفاظ ہیں ان الفاظ میں جب شرط پائی جائے تو قسم انتہا کو پہنچ کر ختم ہو گی کیونکہ یہ عموم اور تکرار کا مقتضی نہیں پس ایک دفعہ فعل کی موجودگی پر شرط پوری ہو گی لہذا بعد ازاں متعلقہ فعل کے ارتکاب پر حنث لازم نہیں البتہ کلما کا معاملہ کچھ اور ہے۔

پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کی صورت میں تیمم جائز نہیں اور چند دوسرے مسائل

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(الف) کچھ عرصہ قبل میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ دو جگہ سے ٹوٹ گئی میرے پاؤں پر گہرا زخم ہے ڈاکٹر مجھے کہتا ہے کہ ڈیٹول ڈال کر پاؤں دھویا جائے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا جنابت کی حالت میں میرے لئے ٹانگ دھونا ضروری ہے یا مجھے مسح کی اجازت ہے اور یا تیمم کی گنجائش ہے۔

(ب) جن دنوں یہ حادثہ پیش آیا تھا اس وقت مجھے سخت تکلیف تھی تو میں تیمم کر کے نماز پڑھتا رہا جب کہ میرے کپڑے خون آلود تھے اور ہسپتال کے جس بیڈ پر مجھے ڈالا گیا تھا وہ بھی مشکوک تھا جب میں بیٹھنے کے قابل ہوا پھر بھی چند دنوں تک تیمم سے نمازیں پڑھتا رہا کیا میری نمازیں درست تھیں یا نہیں؟

(ج) فی الحال میری ایک ٹانگ متاثر ہے۔ جس کو میں قبلہ کی طرف پھیلا کر نماز پڑھتا ہوں کیا دوسری ٹانگ بھی قبلہ کی طرف پھیلا کر یا سمیٹ کر نماز پڑھوں۔

المستفتی

محمد امجد پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ مسح کسی عضو کے دھونے سے جمع ہو سکتا ہے لیکن تیمم اور دھونے کا اکٹھا کرنا بے جا ہے یعنی یہ جائز نہیں کہ ایک دو عضو دھوئے اور بقیہ متاثرہ عضو کے لئے تیمم کرے ہاں یہ درست ہے کہ عضو کا کوئی حصہ دھویا جائے اور متاثرہ حصہ پر مسح کیا جائے یا چند اعضاء دھوئیں اور کسی ایک عضو کے مسح پر اکتفا کرے صورت مسؤلہ میں

جہاں کہیں آپ کو پانی کے استعمال کے لئے پٹی کھول کر نا قابل تحمل تکلیف کا سامنا ک
ہو اس سے زخم خراب ہونے کا خطرہ ہو تو آپ ایسی صورت میں پٹی پر مسح کر سکتے
اگر جنابت میں پانی سے پاؤں کا بچانا ممکن نہ ہو تو پانی پہنچنے پر زخم خراب ہوتا ہو تو پھر آ
صورت میں تیمم کر سکتے ہیں۔

لیکن ڈیٹول ڈال کر پانی کے استعمال سے جب آپ کو تکلیف نہ ہو تو پھر یہ ...
قابل توجہ ہے کہ ڈیٹول ملانے سے پانی کی حقیقت نہیں بدلتی بلکہ غالباً ڈیٹول بھی صابن
طرح ایک خاص قسم کی پاک دوائی ہے جس کے استعمال سے زخم جراثیم کے اثرات
محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے ڈیٹول والا پانی تطہیر میں وہی خوبیاں رکھتا ہے جو سادہ پانی میں
الا یہ کہ ڈیٹول سے مزید بہتری کے اثرات نمودار ہوتے ہیں اس لئے ڈیٹول ملایا ہوا پانی
ہی ہے

والدليل على ذلك ما في بحر الرائق

فظهر لنا من اللسان أن المخالط المغلوب لاسيلب الاطلاق فوجب ترتيب حكم المطلق على الماء الذى هو كذلك ويدلّ عليه من السنة قوله عليه الصلوٰة والسلام اغسلوه بماء وسدر الخ
(ج ۱/ ۶۸)

ترجمہ :- عام استعمال سے ہمارے احناف کے لئے یہ دلیل واضح ہے کہ جو پاک چیز پانی سے خلط ہو کر مغلوب ہو اس سے پانی کے مطلق ہونے کی حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک میں بھی اس کے لئے دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا اس کو پانی اور بیر کے پتوں سے غسل دو۔

لہذا جب تک آپ ڈیٹول کے پانی کے استعمال پر قادر ہو تو آپ کے لئے تیمم جائز نہیں

جنابت کی حالت میں بھی آپ بالٹی میں ڈیٹول ڈال کر غسل کر سکتے ہیں تیمم اس وقت اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جب آپ بالکل پانی پر قادر نہ ہوں مافی الهندئيه

والاصل انه متى امكنه استعمال الماء من عير لحوق ضرر فى نفسه أوماله وجب استعماله (ج ۱/ ۲۸ — ۲۹)

ترجمہ : یہ قاعدہ ہے کہ جب پانی کا استعمال کسی بدنی یا مالی تکلیف اٹھانے کے بغیر ممکن ہو تو پانی استعمال کیا جائے گا۔

(۲) جہاں تک پانی کے استعمال سے مدرکا مسئلہ ہے اس میں آپ کا غلبہ ظن قابل عمل ہے جب آپ کے ظن میں پانی کے استعمال سے آپ کو تکلیف کا احتمال تھا تو آپ کے لئے تیمم کی گنجائش ہے اس میں شکوک و شبہات کا کوئی اعتبار نہیں کہ ہو سکتا ہے مجھے اس وقت تکلیف نہ تھی لیکن خون آلود کپڑوں میں نماز پڑھنا یا ایسی جگہ پر نماز پڑھنا جس کی طہارت کا آپ کو یقین نہ ہو اس پر عذر اثر انداز نہیں ہوتا یعنی آپ کے زخم کی وجہ سے آپ کو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے جو نمازیں آپ نے خون آلود کپڑوں میں پڑھی ہوں اور پاک کپڑے کی دستیابی آپ کے لئے ممکن تھی تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نمازیں لوٹا دیں۔ لمافی الهندئيه

فلوصلى مع هذا الثوب صلوات ثم ظهر ان النجاسة فى الطرف الاخر يجب عليه اعادة الصلوة التى صلى مع هذا الثوب الخ
(ج ۱/ ۴۳)

ترجمہ :- پس اگر اس کپڑے سے نمازیں پڑھیں اور پھر معلوم ہوا کہ کپڑے کی دوسری طرف نجس ہے تو اس پر ان تمام نمازوں کا اعادہ ضروری ہے جو اس کپڑے میں پڑھی ہیں

(۳) چونکہ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں کا پھیلانا اور دائیاں پاؤں کھڑا کر کے اس پر بیٹھنا

نماز میں سنت ہے یوں دونوں پاؤں کا سمیٹنا پڑتا ہے اگر آپ کسی ایک کے سمیٹنے سے قادر ہوں تو اس کو پھیلائیں لیکن سنت کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پاؤں کو سمیٹنے کی کوشش کریں تاہم اگر ایک پاؤں کے سمیٹنے سے دوسرے پاؤں کو تکلیف ہو یا آپ کے لئے یوں بیٹھنا مشکل ہو تو پھر بوجہ عذر دونوں پاؤں پھیلا سکتے ہیں۔وفی الھدیہ

سننها وافتراش رحله اليسرى ونصب اليمنى الخ

(ج ۱ / ۷۲)

ترجمہ:۔نماز کی سنن میں سے یہ ہے کہ بائیاں پاؤں پھیلائے اور دایاں کھڑا کر کے اس پر بیٹھے

جائیداد متروکہ کی آمدنی کے بارے میں وصیت

سوال:۔ایک شخص نے تحریری طور پر وصیت لکھ دی ہے کہ میری وفات کے بعد میری منقولہ و غیر منقولہ جائداد کی آمدنی میری منکوحہ وصول کر کے اپنی مرضی سے خرچ کرے گی مرحوم کے پسماندہ ورثاء میں بیوہ کے علاوہ بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔بیوہ کا قلبی میلان بیٹیں کی طرف ہے یوں وہ تمام آمدنی بیٹیوں پر خرچ کر کے بیٹوں کو محروم رکھنا چاہتی ہے کیا شرعاً ایسی وصیت پر عمل ضروری ہے یا نہیں

پروفیسر رشید علی

جہان زیب کالج سیدو شریف مینگورہ

الجواب وباللہ التوفیق

مورث کے انتقال پر جائیداد متروکہ خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ،اس کی ملکیت خود بخود ورثاء کی طرف منتقل ہوتی ہے مورث جائیداد

متروکہ میں مرنے کے بعد کسی تصرف کا حق نہیں رکھتا الا یہ کہ وہ ورثاء کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے ۱/۳ حصے کی وصیت کر سکتا ہے لیکن ورثاء کے حق میں اس کی کسی قسم کی وصیت کا اعتبار نہیں خواہ نفس جائیداد یا اس کی آمدنی کے بارے میں ہو

صورت مسؤلہ میں مرحوم کی تحریری یا زبانی وصیت جب ورثاء کے لئے ہو یہ واجب العمل نہیں لہذا مرحوم کی جائیداد تمام ورثاء میں قاعدہ شرعی کے مطابق تقسیم ہوگی مرحوم کی بیوہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بیٹوں کی اجازت کے بغیر تمام جائیداد کی آمدنی بیٹیوں پر خرچ کرے تاہم وہ اپنے حصہ کی آمدنی میں ہر قسم کے مالکانہ تصرف کا حق محفوظ رکھتی ہے جس سے چاہے وہ دے سکتی ہے۔ والدليل على ما قلنا ماقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان الله قد اعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث

الحديث (مشكواة ج ۲ / ۲۸۵)

بے شک اللہ تعالی نے حقدار پر وارث کو اس کا حق دیا ہے پس وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

Scanned with CamScanner

قران حکیم اور میڈیکل سائنس

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور (فزیشن)

اللہ تعالی کا کلام سب کلاموں کا بادشاہ ہے - جس کا ثبوت میڈیکل سائنس میں کئی جگہ ملتا ہے - اپنے کلام کو سمجھانے اور اسکی عظمت انسانی دلوں میں بٹھانے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے خاص بندے مقرر کیے ہیں - جن کی باتوں کو پڑھ کر اور سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے - ڈاکٹر نواب محمد خان ان ہی لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد کراچی سے ماسٹر آف فلاسفی M. Phil کی ڈگری اناٹومی (قسم تشریح) میں حاصل کی - پھر لندن یونیورسٹی سے ۱۹۶۹ء میں Ph.D ڈاکٹر آف فلاسفی کرنی کے بعد قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور کے پرنسپل رہے - نشتر میڈیکل کالج میں پروفیسر آف اناٹومی رہے - اس کے بعد اللہ تعالی نے ان کو سعودی عرب میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے میڈیکل کالج میں شعبہ اناٹومی (قسم تشریح) کے آغاز کرنے کا موقع دیا - جہاں انہوں نے ریٹائرمنٹ تک خوب جانفشانی سے کام کیا اور اپنے ملک کا نام روشن کیا - پروفیسر نواب محمد خان کو شروع سے ہی دین سے محبت تھی اور بطور پروفیسر انہوں نے قرآنی آیات پر ریسرچ کر کے مقالے لکھے اور بین الاقوامی میڈیکل کانفرنسوں میں پڑھے اور اللہ تعالی کے کلام کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی - کیونکہ وہ میرے قریبی دوست رہے ان کے چند مقالات کو قلمبند کر رہا ہوں جن کو پڑھ کر اللہ تعالی کی عظمت اس کے کلام کے ذریعے پتہ چلتی ہے -

کچھ سال قبل سعودی عرب میں ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے ایک

بہت بڑی کانفرنس منعقد کرائی جس میں تمام ممالک کے شعبہ طب سے متعلقہ افراد نے شرکت فرمائی - اس کانفرنس میں پروفیسر نواب محمد خان کے علاوہ دنیا کی مشہور ترین شخصیت پروفیسر کیتھ مور (KEITH MOORE) پروفیسر ایم وائی سکر - پروفیسر پرشاد - پروفیسر طاہر اور پروفیسر عبدالحمید زندانی نے مقالے پڑھے -

پروفیسر نواب محمد خان نے انسانی تخلیق یعنی امیر یالوجی (EMBRYLO-GY) پر اپنا ریسرچ پیپر (تحقیقاتی مقالہ) پڑھا اور قرآن مجید کی سورۃ مومنون کی آیت نمبر ۱۲-۱۴ کا ترجمہ پڑھا جو مندرجہ ذیل ہے -

﴿ہم نے بنایا انسان کو چنی ہوئی مٹی سے - پھر ہم نے رکھا اس پانی کی بوند کر کے ایک ٹھکانی میں - پھر بنایا اس بوند سے جما ہوا خون - پھر بنائی اس جمے ہوئے خون سے گوشت کی بوٹی - پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں کو گوشت - پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت﴾ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

انہوں نے بتایا کہ انسانی تخلیق کے بارے میں سب سے پہلے جس کتاب نے آگاہی دی ہے وہ قرآن مجید فرقان حمید ہے - اس وقت تک میڈیکل سائنس ان رازوں سے آشنا نہ تھی - جو چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کلمات ادا ہوئے - یہ سات انقلابات جس سے انسان اپنی تخلیق کے دوران گزرا اس کا علم امبریالوجی (علم تحقیق) کے طالب علم کو اب پتہ چلا ہے - اس کانفرنس میں تھائی لینڈ کے چنگ ہائی یونیورسٹی کے پروفیسر تاجاتاج بھی شریک تھے - بدھ مذہب سے آپ کا تعلق تھا لیکن قرآن کریم کی ان اطلاعات کا سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے دوران کانفرنس کھڑے ہو کر زور زور سے کلمہ پڑھ دیا اور مسلمان ہو گئے - ان کے اس فعل پر کانفرنس کے شرکاء نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور زوردار نعرے بلند کیے - اس کانفرنس

میں کینیڈا کے پروفیسر کیتھ مور نے بھی شرکت کی جو دنیا کی مشہور شخصیت ہیں
ایک کتاب امبریالوجی (انسانی تخلیق) پر لکھی جو ساری دنیا میں مشہور ہے۔
تھے مور سعودی عرب آئے تو ان کو قرآنی آیات کے ذریعے بتایا گیا کہ قرآن کریم
کتاب کہتے ہو مگر اس میں ہمارے مضمون کے متعلق جدید معلومات ہیں۔ جب
انسان کی پیدائش کے ابتدائی مراحل کے متعلق پڑھا جن
مراحل کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے تو وہ حیران و پریشان ہوا کیونکہ یہ مراحل ہماری
نہیں دیکھ سکتی ان کو دیکھنے کے لئے خوردبین چاہئے جو صرف دو سو سال کی ایجاد
پیدائش کے مراحل کیسے پتہ چلے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے تو خوردبین کو کوئی نہیں
تھا۔ ڈاکٹر کیتھ مور کو علقہ نے بہت پریشان کیا اس نے اس کو سمجھنے کے لئے
دیکھیں پھر Museum میں جا کر اس کی شکل دیکھی تو اسی طرح یعنی جس طرح
کریم نے بتائی۔ ان سب مشاہدات نے پروفیسر کیتھ مور کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کتاب
کریم کے بتائے ہوئے خاکہ کے متعلق تبدیل کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب
ایڈیشن چھاپا جس کا نام The devloping Human with Islamic Edition تھا۔ جب پروفیسر کیتھ مور کانفرنس سے فارغ ہو کر کینیڈا پہنچے تو انہوں نے
کریم کے ان الفاظ کو جو چودہ سو سال پہلے بتائے گئے تھے اپنے تمام دوستوں کو بتایا۔
کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ پرانی کتاب سے ہمیں حیران کن معلومات ہوئیں اور
اعلان کیا ﴿قرآن کریم الہامی کتاب ہے﴾ کئی اخبارات میں چھپا۔

ڈاکٹر نواب محمد خان نے اسی کانفرنس میں جو دوسرا مقالہ پڑھا وہ قرآن کریم
سورۃ زمر کی آیت نمبر ۶ سے متعلق تھا جس کا ترجمہ یہ ہے ﴿اس نے تمہاری ماؤں کے
میں ایک حالت سے دوسری حالت میں تخلیق کیا اور اس تمام عرصہ میں تاریکی کے
پردے تمہیں گھیرے رہے﴾ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ابتدائی دنوں میں مضغہ

... کو سمجھانے میں دقت پیش آئی ہو گی۔ کیونکہ اس وقت کے طبیب و حکماء بچے کے ان
تمام مراحل سے واقف نہیں تھے۔ آج علم تحقیق یعنی امبریالوجی کا طالب علم ان تاریک
پردوں سے خوب واقف ہے۔ دراصل جب بچہ رحم مادر میں پرورش پا رہا ہوتا ہے تو اس کی
پرورش و نشوونما کے لئے اسے باہر کے ماحول کی نقصان دہ چیزوں سے بچانا ہوتا ہے۔ اس
لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے اسے تین تاریک پردوں میں مقید کر دیا۔
سب سے پہلا پردہ پیٹ کی دیوار ہے جو کئی تہوں پر مشتمل ہے اور بچہ کو باہر کی
نقصان دہ شعاعوں سے بچانے کے لئے کام آتی ہے۔ دوسرا پردہ رحم مادر کی دیوار اور تیسرا
پردہ مشیما اور اسکی جھلیاں ہیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں نیند کی حالت میں ہوتا ہے اور یہ تینوں
پردے بچے کو اندھیرے میں رکھتے ہیں اور یہ قدرتی امر ہے کہ انسان سونے کے لئے
اندھیرا پسند کرتا ہے۔

تیسرا مقالہ جو ڈاکٹر نواب محمد خان نے پڑھا اس کا موضوع سورۃ عبس کی آیت
نمبر ۲۰ تھی یعنی ثم السبیل یسرہ پھر ہم نے تمہارے پیدائش کے راستہ کو آسان بنایا
دنیا میں آنے کا راستہ باوجود تنگ ہونے کے ایک چھ یا سات پونڈ بچے کا صحیح سالم
نکل آنا اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ راستہ کو آسان کرنے کے لئے اللہ
نے ماں کے جسم میں خامرہ (Hormone) جس کا نام ریلکسن (RELAXIN) ہے پیدا
فرمایا۔ یہ خامرہ کولہے کی ہڈیوں (جس میں رحم مادر ہے) کے جوڑوں کو ڈھیلا کر دیتی ہے
جس کے باعث پیدائش ہونے کے وقت ہڈیاں کھل جاتی ہیں۔ دوسرا خامرہ OXYTO-
CIN ہے جو رحم مادر کے اوپر اثر انداز ہو کر بچے کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔ بچہ رحم مادر
میں جھلیوں میں لپٹا ہوتا ہے اور یہ جھلیاں راستہ کو کھولتی ہیں اور آخر میں جب پھٹ جاتی
ہیں تو ان سے جو لیس دار مادہ نکلتا ہے وہ بچے کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔
میں تو کہتا ہوں کہ بچے کی پیدائش سوئی کے ناکے سے ہاتھی گزارنے کے

مصداق ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی قدرت سے اس مشکل کو آسان کرتا

یہ تینوں مقالات (ریسرچ پیپرز) جو مختصراً بیان کئے گئے ہیں قرآ
قرآن جس ہستی نے قرآن ہم تک پہنچایا دونوں کی عظمت بیان کرتے ہیں
قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے ذریعے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ بتایا کہ
نے ہر جاندار کو بنایا - یہ خبر سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۳۰ وجعلنا من الما
حیی میں موجود ہے یہ بات ہمارے سائنس دانون کو بہت دیر سے ملی ہے
صدی میں ایک سائنس دان نے اس بات کو ثابت کر کے نوبل پرائز لیا ہے
نے بتایا کہ ہر

جاندار چیز چھوٹے چھوٹے خلیوں CELLS سے مل کر بنتی ہے جیسے ایک
سے مل کر بنتی ہے اور ہر خلیہ یعنی CELL کا لازمی جو سائیٹو پلازم ہے جو پا
ہے - یہ ریسرچ قرآن حکیم کے ۱۴۰۰ سو سال پرانی بتائی ہوئی اطلاع کو ثابت
اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور صاحب قرآن ﷺ کے احکامات کو ماننے والا اور
کرنے والا بنائے آمین-

بی زبان کی امتیازی خصوصیات

ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی

کسی زبان کی اہمیت اور مقبولیت کا پیمانہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس کا دائرہ عمل
ک کتنے لمبے اور چوڑے رقبے پر پھیلا ہوا ہے یا اسے دنیا کی آبادی میں سے کتنی بڑی
ت بولتی اور سمجھتی ہے - بلکہ اس کے ساتھ اس کی کسوٹی یہ بھی ہے کہ اس کا دامن کتنا
ہے - اس میں کتنی گہرائی اور کتنی گیرائی ہے - اس کے نحوی قاعدوں اور گرائمر کے
ں میں کتنا استحکام، پختگی اور اسی کے ساتھ کتنی وضاحت ہے - اس کے الفاظ کتنے
ں، اس کا پیرایہ بیان کتنا دلکش اور اس کا طریق تلفظ اور صوتی اثرات کتنے مؤثر اور اس
سیکھنے سکھانے کے امکانات اور طریقے کتنے سادے اور آسان ہیں - جس زبان میں
عمل کی وسعت اور کثرت استعمال کے ساتھ ساتھ نحوی قاعدے (گرائمر) جتنے
نفک، واضح اور مستحکم ہوں گے - جس کے الفاظ جتنے شیریں اور طرز ادا جتنا دلکش اور
ب بیان جتنا مؤثر اور جس کے معانی جتنے عمیق اور گہرے ہوں گے اسی اعتبار سے زبان
ہمیت، مقبولیت اور کار فرمائی کا فیصلہ کیا جائے گا - اس نقطہ نظر سے اگر ہم عربی زبان کا
لعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس میں یہ تمام خوبیاں پوری طرح موجود ہیں - اور اس
سے اسے دنیا کی مروجہ زبانوں میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے - عربی زبان کی یہی
مثال خوبیاں اور امتیازی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے سرداران قریش باہر سے
نے والوں عربوں کے کانوں میں قرآن کی بھنک بھی نہ پڑنے دینا چاہتے تھے کہ مبادا اس
سحر طرازی کی وجہ سے اسلام لے آئیں - اس زبان کی یہی خوبیاں اور امتیازی خصوصیات
ں، جنھوں نے ڈیڑھ ہزار سال سے نہ صرف اسے بول چال کی ایک کثیر الاستعمال زبان کی

حیثیت سے قائم رکھا ہے بلکہ ایک ترقی پذیر، وسیع اور دلکش ادبی وفنی زبان کے قالب میں زندہ رکھا ہے اور اس کو بدلنے یا کمزور کرنے کی مختلف کوششوں کے باوجود اس کے اثر و رسوخ اور ہمہ گیری میں کوئی کمی نہیں آئی۔ کیونکہ اس میں زندہ رہنے، ترقی کرنے، زمانے کے ساتھ چلنے اور پھلنے پھولنے کی وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو ایک زبان کو زندہ جاوید بنا دیتی ہیں۔

سامی زبانوں کی شاخوں میں عربی زبان سب سے زیادہ سائنٹفک مربوط، منضبط اور اصول و قواعد کے اعتبار سے گٹھی اور منظم زبان ہے جن کی وجہ سے اس میں چند ایسی امتیازی خصوصیات پیدا ہوگئیں جو عام طور سے دوسری زبانوں میں کمیاب ہیں۔ ان خصوصیات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

عربی زبان کی گرائمر

عربی زبان کو لکھنے بولنے اور اس میں مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لئے جو نحوی اور صرفی قاعدے وضع کئے گئے ہیں ان کی بنیاد قرآن و حدیث کے لسانی شواہد خالص عربی قبائل میں مروج طریقوں اور مستند علماء و ادبا کے طریق استعمال پر ہے۔ اور ان کے وضع کرنے میں علمائے لغت کے بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور مدتوں کی تحقیق و جستجو، جہاں بینی اور غور و فکر کے بعد ان کو آخری شکل دی ہے۔ اس لئے ان میں ایسا استحکام، ایسی پختگی اور تیقن کی شان پیدا ہوگئی ہے کہ تغیر و تبدل، حذف اضافہ کی مطلقاً گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔ زبان کے قاعدوں کی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اس کے سیکھنے سکھانے میں بڑی آسانی ہوگئی ہے کیونکہ جو قاعدہ ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے اور اگر کہیں استثناء کی شکل ہوتی ہے تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ کر دیا جاتا ہے اور اس قسم کی استثنائی صورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اس صفت کی وجہ سے ان قاعدوں کو یاد کر کے برتنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ یوں تو عربی زبان کے قواعد ایک مستقل فن بن گئے ہیں، لیکن جہاں تک زبان سیکھنے، اس میں دسترس حاصل کرنے اور مافی الضمیر کو ادا کرنے کی ضرورت ہے ....

[illegible] کی ضرورت نہیں ہے [illegible] ان لوگوں کے لئے ضروری ہے جو (نحو) کو حیثیت فن سیکھنا چاہتے ہوں اور ایسے لوگوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ عربی زبان کے ادیب یا انشاپرداز بن جائیں۔ زبان کو [illegible] لنے اور سمجھنے کے لئے ان سب قاعدوں کو نوک زبان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو چند گنے چنے اور متعین قاعدے یاد کر کے انہیں قلم و زبان پر رواں کر لینا ہی [illegible] ہے۔ اور تجربہ نے بتایا ہے کہ اس طریقہ پر عمل کر کے بعض علماء اس ہندوستان میں عربی ادب کے اچھے انشاء پرداز اور خطیب بن گئے ہیں۔

عربی زبان کا اعراب

عربی زبان دنیا کی شاید ان چند زبانوں میں سے ایک ہے جن میں الفاظ کی آوازوں کو علامتوں کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس زبان کے وسیع، متمدن اور صاف ستھرے ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ عربی میں لا الفاظ کے صوتی شکلوں کو لکھ کر نہیں بلکہ اشاروں کے ذریعہ نہیں اعراب کہا جاتا ہے، ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے زیر، زبر اور پیش کی علامتیں ایجاد کی گئی ہیں۔ اس طریقہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ لکھنے کے حروف کم ہو جاتے ہیں اور اس سے وقت کی بچت ہو جانے کے علاوہ ادبی ذوق اور ملکہ کی بڑی طرح آبیاری ہوتی ہے کہ اگر گرائمر کے قاعدے اور اصول ذہن نشین ہیں تو عبارت کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

نزاکت بیان

زبان میں نزاکت کا وجود خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی یا ترکیبی، اس کی خوبصورتی اور دلکشی میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ عربی زبان اس نقطہ نظر سے دنیا کی بڑی سامعہ نواز اور دل نواز زبانوں میں سے ہے۔ اس کے حروف تہجی میں ثقیل حروف مثلاً ٹ، پھ، چھ، ڈھ، گھ، وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے الفاظ بہت شیریں اور سامعہ نواز ہو گئے ہیں۔ غیر زبانوں کے جو الفاظ اس میں مستعار آئے ہیں انہیں عربی ذوق کا ایسا جامہ پہنا دیا گیا ہے

کہ معرب ہو کر وہ بھی عربی زبان کے حسن میں ڈھل کے نکھر گئے ہیں - عربی الفاظ
نزاکت بیانی کا یہ عالم ہے کہ معانی کے جزئیات بھی پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں اور
گوشہ تشنہ نہیں رہتا- جیسے دن کے ہر گھنٹہ اور پہر کے لئے ایک الگ مخصوص نام کا پایا جا
یا چاندنی رات کے ہر مرحلہ کا ایک مخصوص نام - اسی طرح بالوں ، آنکھوں اور ان
امراض کے اور اونٹ و گھوڑے کے ذرا سے فرق کے ساتھ الگ نام اور تلوار کے اس
صفات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل الگ اور امتیازی نام - اسی طرح اس زبان
بعض ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کے معانی میں اتنی وسعت اور گہرائی ہے کہ ا
ترجمہ کئی سطروں میں آتا ہے - یہی حال مصادر اور ان کے مشتقات کا ہے کہ ایک ہی مصدر
کی جڑ سے مختلف معانی دینے والے مختلف قسم کے افعال مشتق ہوتے ہیں - چنانچہ افعال
میں ایک حرف بڑھا دینے سے یا گھٹا دینے سے معانی بالکل بدل جاتے ہیں - جیسے ﴿طعم﴾
(کھایا) ﴿اطعم﴾ کھلایا - اسی طرح صلات کے بدلنے سے افعال کے معنی بالکل بدل جاتے
ہیں جیسے ﴿رغب الی﴾ (کسی کی طرف مائل ہونا اور ﴿رغب عن﴾ (کسی سے منہ موڑنا
- نفرت کرنا) عربی ادب میں صلات کے علم کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ بعض علماء نے
یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زبان دانی صرف صلات کا علم ہے - انسان کے اوصاف اور اس کے
جذبات واحساسات کی ترجمانی کے لئے جو موزوں ترین طریقے اور جو الفاظ عربی زبان میں
پائے جاتے ہیں شاید ان کی مثال دوسری زبان میں نہ ملے - چنانچہ صرف محبت کے جذبات
اور اس کے مختلف نازک ترین مراحل کے اظہار کے لئے عربی زبان میں کم سے کم د
الفاظ پائے جاتے ہیں - اسی طرح نفرت و حسد اور بخل و سخاوت اور لالچ اور ان کے مختلف
مراحل کے لئے بھی متعدد الفاظ پائے جاتے ہیں - جو ان صفات و احساسات کے جزئیات
تک کو واضح کر دیتے ہیں -

اعجاز وایجاز

عام طور سے دنیا کی ہر زبان میں کم الفاظ کے ذریعے بہت معانی پیدا کرنے کا
طریقہ رائج ہے جسے اصطلاح میں ﴿ایجاز﴾ کہا جاتا ہے - عربی زبان ایجاز کے معاملہ میں

منفرد زبان ہے - اس میں بکثرت ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی تشریح کے لئے ایک دفتر چاہیئے - مثلاً لفظ ﴿الحمد﴾ کو لے لیجئے جس سے قرآن کی سورہ فاتحہ شروع ہوتی ہے جس کے معانی علماء یہ بتاتے ہیں کہ انعامات واحسانات کے اعتراف کے جذبہ کے ساتھ انسان نے شکر ادا کرنے کے جتنے طریقے ایجاد کئے ہیں یا ایجاد کرے گا یا سوچا ہے یا سوچ سکتا ہے وہ سب اس خدائے منعم و محسن کے لئے مخصوص ہیں - اس ایک لفظ میں ایسی جامعیت اور شمولیت ہے کہ دفتر کے دفتر اس معنی کو ادا کرنے کے لئے ناکافی ہیں - اور الفاظ کی یہ صفت جامعیت عربی زبان میں بہت عام ہے - بات کو اشاروں کے ذریعے پر لطف بنانے کے لئے کنایہ ، مجاز اور اسلوب کو دلنشیں اور مؤثر بنانے کے لئے معانی و بدیع کا استعمال عربی زبان کی ایک امتیازی خصوصیت ہے -

مترادفات اور اضداد کا وجود

دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ایک معنی کے ادا کرنے کے لئے کئی لفظ استعمال کرنے کا طریقہ رائج ہے - ان الفاظ کو مترادفات ﴿یا﴾ مرادف الفاظ کہا جاتا ہے - عربی زبان کا دامن مترادفات کے معاملہ میں بڑا وسیع ہے - چنانچہ علماء لغت نے صرف سال کے لئے ۲۴ نام اور روشنی کے لئے ۲۱ ، تاریکی کے لئے ۵۲ ، کنویں کے لئے ۸۸ ، پانی کے لئے ۱۷۰ ، شیر کے لئے ۳۵۰ اور اونٹنی کے لئے ۲۵۵ نام لکھے ہیں - اسی طرح انسانی حلیہ کے لئے اور اوصاف کے لئے بھی متعدد الفاظ آئے ہیں - چنانچہ عربی میں درازی قد کے لئے ۹۱ الفاظ ، پستہ قدی کے لئے ۱۲۰ الفاظ آئے ہیں - اوصاف میں بخل ، سخاوت ، شرافت ، رذالت وغیرہ کے الفاظ کے لئے بھی مختلف الفاظ آئے ہیں -

الفاظ کے معانی کے اظہار کے سلسلہ میں عربی زبان کو دوسری زبان کے مقابلہ میں یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو متضاد معنی دیتے ہیں جیسے ﴿دون﴾ کا لفظ ہے کہ اس کے معنی کم ، زیادہ ، قریب ، دور اور آگے پیچھے کے بھی آتے ہیں -

ایک لفظ سے کئی معانی کا نکالنا

غالبا عربی زبان دنیا کی زبانوں میں اس حیثیت سے بالکل منفرد زبان ہے
بعض الفاظ اوقات کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ علماء لغت نے
الفاظ ایسے جمع کیے ہیں جو تین معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور ایک سو سے زائد
چار اور پانچ معنی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض الفاظ ۲۵ معنی دینے والے بھی
قال کا لفظ ۲۰ معنی کو ظاہر کرتا ہے اور عین کا لفظ ۳۵ معنی کو اور
۶۰ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

حکم و امثال کا وجود

کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی کو دلنشیں انداز میں ظاہر کرنے
طریقہ کم و بیش ہر زبان میں پایا جاتا ہے۔ جسے مثل یا کہاوت کہتے ہیں۔ مگر عربی زبان
اس کی بہت کثرت اور اس میں بڑا تنوع ہے۔ عربوں کو اپنے مخصوص طرز زندگی کی
سے مناظر فطرت سے براہ راست مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس طرز زندگی کے تجربات
عربوں نے براہ راست نتائج اخذ کیے۔ ان نتائج کو حکمت و فلسفہ، دانشمندی و جزرسی کی
آمیزش سے الفاظ کے ایسے خوبصورت قالب میں ڈھالا گیا جو صوتی اثرات کے حسن
جمال کے علاوہ معنویت میں بھی ایک بحر بیکراں تھے اور یہی قالب ضرب الامثال
کہلاتے ہیں۔

ان اہم اور امتیازی خصوصیات کے علاوہ عربی زبان میں سجع یعنی مقفی
اور مسجع نثر کا طریقہ بھی رائج تھا جسے عام طور سے اسلام سے پہلے پروہت (کاہن) اور
مقررین بھی استعمال کرتے تھے۔

الفاظ کے صوتی اثرات کے ذریعہ منظر کشی کرنے میں عربی زبان کو امتیازی

حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ اس زبان میں محض لفظوں کے ذریعہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے الفاظ کے
ذریعے کا ایسا نقشہ کھینچ دیا کہ اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ ایک اور
شاعر نے حضرت عثمان کے سامنے شیر کا حلیہ اس طرح بیان کیا کہ اس کا مہیب تصور
لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آگیا(۱)

غرضیکہ عربی زبان ان گوناگوں، امتیازی خصوصیات کی وجہ سے مختلف زمانوں
کے نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی، مختلف ملکوں اور قوموں سے تعلق پیدا کرتی ہوئی، کبھی
پھلتی پھولتی ہوئی، کبھی ان سے جڑتی ہوئی بھی صرف آج تک باقی ہے
ہے اور اپنا اثر و نفوذ، عمل جاری ہے۔

عربی ادب کی مختلف ادوار میں تقسیم

عربی ادب، تاریخ کے مختلف مراحل اور زمانے کے مختلف نشیب و فراز سے گزر
کر اس صورت کو پہنچا ہے۔ جنہوں نے اسے ترقی دی ہے، مستحکم کرنے اور دوام بخشنے میں
بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری تاریخ کو ان
مراحل اور ادوار میں تقسیم کر دیا جائے جن سے گزرتا ہوا اس نے اپنی موجودہ شکل اختیار
کی ہے۔ تاکہ مطالعہ میں آسانی ہو اور نتائج کے اخذ کرنے میں اسباب و علل کے تانے
بانے کے الجھنے پڑ جانے یا گڈمڈ ہو جانے کی وجہ سے غلطی نہ ہونے پائے۔

۱۔ زمانہ جاہلیت۔

اس زمانہ کو دو دوروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کا زمانہ یعنی الجاہلیۃ الاولی (پہلا جاہلی زمانہ)(۲)
(ب) پانچویں صدی عیسوی کے بعد سے ۲۳-۶۲۲ء تک یعنی ظہور اسلام سے
ڈیڑھ سو سال پہلے شروع ہوتا ہے اور ہجرت نبوی پر یعنی ۲۳-۶۲۲ء پر ختم ہو

۲-اسلامی زمانہ:

اس زمانے کے بھی دو دور ہیں۔

پہلا دور: صدر اسلام

یہ دور آنحضرت کی ہجرت سے شروع ہو کر آخری خلیفہ حضرت علیؓ کے دور تک
یعنی ۱ھ سے ۴۰ھ مطابق ۶۲۲-۶۲۳ء سے ۶۶۱-۶۶۲ء تک

دوسرا دور: عہد بنی امیہ

یہ دور حضرت معاویہ کی خلافت سے شروع ہو کر عباسی سلطنت کے قیام یعنی
۱۳۲ھ مطابق ۶۶۱-۶۶۲ء سے ۷۵۰ء تک رہتا ہے۔

۳-عباسی زمانہ

اس زمانے کو بھی دو دوروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
پہلا دور (ترقی و عروج کا زمانہ) ۱۳۲ھ سے ۳۳۲ھ مطابق ۷۵۰ء سے ۹۴۶ء تک
دوسرا دور (طوائف الملوکی کا زمانہ) ۳۳۲ھ سے ۶۵۶ مطابق ۹۴۶ء سے ۱۲۵۸
(زوال بغداد)

۴-عثمانی زمانہ یا عہد تنزل وانحطاط:

یہ زمانہ ۶۵۶ھ سے ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۲۵۸ء سے ۱۷۹۷ء تک رہتا ہے۔

۵-عبوری زمانہ

یہ زمانہ نپولین کے مصر پر قبضہ ۱۷۹۸ء اور اس کے بعد محمد علی پاشا کے برسر اقتدار
یعنی ۱۸۰۱ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۹ء پر ختم ہوتا ہے۔

۶-موجودہ زمانہ:

۱۹۲۰ء سے شروع ہو کر اب تک چل رہا ہے۔

مرسلہ:- مشتاق احمد

مترجم صوبائی اسمبلی پشاور

قرآن مجید کی روشنی میں
انسان اور انسانیت

دوسری قسط

مولانا سعید الدین صاحب شیر کوٹی

ایسے ہی ایک طرف انسان میں تسخیر کائنات کی استعدا ایں ودیعت کی گئی ہیں
سری طرف اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کیے رکھنے، تفویض اور پوری خود سپردگی کے
کام ہیں۔

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ **** بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اب توازن پر قائم رہ کر حدود اور حقوق کا پاس رکھتے ہوئے عمل کرنے ہی میں
سان کی عظمت اور سرخروئی کا انحصار ہے۔ کیونکہ توازن حق شناسی اور محبت کے تقاضے
را کرنے اور ان چیزوں کا شعور رکھنے ہی میں انسانیت ہے اس کے خلاف ہو جائے تو
لاف انسانیت۔ فخر انسانی تو یہی ہے کہ

----- چنیں زور جنوں پاس گریباں در شم **** در جنوں از خود نہ رفتن کار ہر دیوانہ نیست

س طرح لیکن انسانیت کا مقام ہے کہ بیشک کٹھن اور نازک ---- غالباً یہی احساس بزبان
قبال یوں ظاہر ہوا کہ۔

خدائی اہتمام خشک وتر ہے **** خداوندا خدائی درد سر ہے
ولیکن بندگی استغفر اللہ **** یہ درد سر نہیں درد جگر ہے

یکن انسانیت کا رتبہ بلند لینے کے یہ درد مول لینا ہی پڑتا ہے۔ اسی لئے یہ انسان کو اتنا عزیز
رہا کہ کہا ہے۔

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی **** مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

انسانیت ہے ایسی قدر و قیمت کی چیز کہ فرشتے انسان کے علمی مظاہر [illegible]
ساف ﴿لا علم لنا﴾ کہہ کر اپنی بے مائگی تسلیم کرلیں اور شیطان حسد سے جل [illegible]
اقبال نے تو فرشتوں کو بھی انسان پر رشک کرتے دکھلایا ہے - اور جبریل کی زبان سے [illegible]
خواہش کا اظہار کرایا ہے کہ -

---مرا از دنیاز آدے دہ ****جان من گداز آدے دہ

خلاق عالم نے انسان کو علم کا بھی وافر حصہ عطا کیا ہے یہ بھی اس کا طغرائے امتیاز ہے - [illegible]
محض ظاہری مادی اور عقلی علوم نہیں - جو علت و معلول کی تربیت قیاس اور تخمین و ظن [illegible]
نام ہے - جو راستہ تو دکھاتے ہیں منزل نہیں بتا سکتے - دینوی اور مادی ضروریات کی تکمیل
اور ترقیات کے لئے تو اور جانداروں کی طرح انسان کے کاسہ سر میں بھی ایک خانہ دماغ
رکھ دیا گیا تھا - وہ کافی تھا - لیکن امتیازی علم انسان کو وہ دیا گیا جو بصورت وحی ملا - یہ ان [illegible]
اور حقائق کا انکشاف کرتا ہے جن تک عقل کی رسائی ممکن نہیں - یہ ان راہوں [illegible]
موقعوں پر انسان کے کام آتا ہے - جہاں عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے - یہ دنیا میں بھی ان
گتھیوں کو سلجھاتا ہے جن میں عقل ہار جاتی ہے - مابعد الموت بھی یہ قبر کے اندھیروں میں
روشنی دیتا ہے اور حشر میں بھی دستگیری کرتا ہے - اس سے حقوق و فرائض کا تعین [illegible]
ہے اور یہی حق آجاتا بھی ہے یہی علم فی الحقیقت انسان کے لئے وجہ امتیاز ہے - [illegible]
کسی دوسرے کو نہیں ملا - اور یہی ﴿وعلم آدم الاسماء کلھا﴾ اور ﴿وعلم الانسان [illegible]
مالم یعلم﴾ جیسے ارشادات کی بہتر مراد ہو سکتا ہے -

اس علم کی عطا بھی انسان پر اللہ تعالی کا ایک خاص انعام ہے - اس لئے بھی کہ
انسان علم عقلیہ سے باقی سب کچھ تو بن سکتا تھا مگر انسان نہ بن سکتا تھا وہ ستاروں تک پہنچ سکتا
تھا مگر اپنی حقیقت نہ پہچان سکتا تھا وہ ظاہر کو دیکھ سکتا تھا مگر باطن کو نہ پڑھ سکتا تھا - وہ مادی
دنیا خلاؤں اور فضاؤں میں اڑ سکتا تھا مگر دل کی دنیا اور معنوی اور روحانی دنیا میں عقل کے

پر نہ چل سکتا تھا حالانکہ یہ سب کچھ انسان کیلئے ضروری تھا - اور زیادہ ضروری تھا
علم وحی کے بغیر نہ اپنی حقیقت معلوم ہو سکتی تھی نہ اپنے مقام اور کام کی اور نہ ہی
پہچانا جا سکتا تھا - یہ دو تو بہت ہی اول اور اہم چیزیں تھیں کہ -----

اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

عقل خود اس بات کو تسلیم کرے گی کہ وہ ان دو کو اپنے بل پر نہیں پا سکتی - اسی
طرح بہت سی دنیائیں ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں -

میں اس وقت عقل و جذبہ مادیت اور معنویت کی بحث میں پڑنے کا زیادہ موقعہ
نہیں پاتا لیکن اتنا کہہ دینے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ اب نسل انسانی کو چاہے سب کچھ
بنا دیجئے خواہ حکیم بنا دیجئے یا ڈاکٹر بنا دیجئے یا مولوی امام بنا لیجئے یا قائد پروفیسر بنائیے یا انجینیر
بھی بنا ڈالیے جب تک انسان نہیں بنتا یہ سب کچھ بیکار ہے نہ صرف بیکار بلکہ مضر اور
فتنہ خیز - اپنے لئے بھی اور پوری انسانیت کیلئے بھی - انسانیت سے عاری کسی انسان کو اگر
امام بھی بنالیا جائیگا تو وہی حشر ہوگا کہ -

بہر امام میر مسجد جامع کے تھے امام ----داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

وعلی ھذا القیاس دوسروں کا حال بھی کچھ ایسے ہی انداز کا ہوگا -

انسان محض علم عقلی و ظاہری سے نہیں بنا جا سکتا - اس کے لئے صرف علم وحی رہنما ہے -
انسانیت اسی میں ہے کہ انسان علوم عقل اور علوم وحی کے دائروں کو سمجھے اور ہر ایک سے
اس کے دائرے میں کام لے - جہاں عقل نارسا نہیں پہنچتی وہاں عقل کے گھوڑے نہ
دوڑائے اور وہاں کیلئے جو چراغ ملا ہے اس سے روشنی پائے - ورنہ اس شکایت کی نوبت آئیگی

بڑھ جاتی ہے ظلم اپنی حد سے ----خرد بیزار دل سے دل خرد سے

ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کی حقیقت ، ماہیت امتیاز

خصائص اور اس کا اصل درجہ و مقام کیا ہے - اور انہی چیزوں میں یہ بات اگر آجاتی ہے کہ انسان فطرت کا اصل تقاضا ادائے حق ہے - یہی وہ پیمانہ ہے جس سے کسی شخص کی انسانیت اور اس کی خوبی اور نقص کو جانچ سکتے ہیں - اور یہی چیز انسانیت کا مظہر ہے در حقیقت صحیح انسان وہی ہے - جو اپنے اوپر عائد شدہ ذمہ داریوں کا احساس رکھے - اور انہیں پورے اخلاص سے انجام دے - یہی انسانیت ہے -

علم وحی ہی انسان کو حق کے سمجھنے، حقوق کو پہچاننے حق کو ماننے اور ادا کرنے کا صحیح شعور بخشتا ہے - کیونکہ اس پر نفسانیت مفاد اور مصلحت کا دباؤ نہیں ہوتا اس سے انسان کسی کے حق کو اس کی اصل حقیقت میں دیکھنے کے قابل ہو سکتا ہے برخلاف عقل انسانی کے کہ اس پر مصالح اور اغراض کا دباؤ پڑتا ہے جس سے حقیقت دھندلا جاتی ہے اور حق تلفی کی نوبت آکر انسانیت مجروح ہو سکتی ہے - اس طرح انسان کی فطرت میں شامل جذبہ محبت انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ادائیگی حق میں مخلص ہو اور ہر طمع و خوف سے آزاد ہو کر بلکہ ضرورت پڑے تو اپنا کچھ قربان کر کے بھی حق ادا کرے اور انسانیت کا تقاضا پورا ہو -

یہاں یہ چیز ذہن میں واضح رہے تو بہتر ہے کہ حق اور فرض ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جو علیحدہ علیحدہ نسبتوں کے اعتبار سے بولے جاتے ہیں کسی کی طرف سے جو ذمہ داری عائد ہو وہ اس کا حق کہلاتی ہے - اور کسی پر جو ذمہ داری عائد ہو وہ اس کا فرض کہلاتی ہے -

انسانی زندگی ساری کی ساری حقوق اور فرائض کے اس تانے بانے کا نام ہے اور انہیں اچھی طرح سے فرضانہ طور پر ادا کرنا انسانیت ہے -

اپنا فرض اور دوسرے کا حق ادا کرنے کا جذبہ انسان کی فطرت میں شامل ہے اس لئے انسان کی روح ایسے کام سے مطمئن اور مسرور ہوتی ہے اور ظلم اور حق تلفی سے ...

ہوتی ہے - لیکن اگر انسان نور وحی سے کٹ جائے یا اس سے مستفیض نہ ہو تو خود غرضیاں اس فطری جذبے کو کمزور کر دیتی ہیں - انسان کی عقل اغراض کی ہاں میں ہاں ملا دیتی ہے اور حق تلفیوں، ظلم اور چیرہ دستیوں کا باب کھل جاتا ہے -

انسانیت پر ہلاکت کے سائے پھیلنے لگتے ہیں - اور انسانی مردم شماری کے زیادہ ہو جانے کے باوصف انسان کمیاب ہو جاتا ہے - خواہ لوگ آسمان تک پہنچ گئے ہوں، مگر زمینی معاملات بھی سیدھے نہیں ہو پاتے، اور رومی کے پیر بزرگ کو چراغ لیکر نکلنا پڑتا ہے مگر انسان دستیاب نہیں ہوتا -

انسان کبھی بھی اس لئے نہیں چیخا کہ موجیں اس کے ہاتھ میں آجائیں - بجلیاں اس کے قابو میں ہوں، ہوائیں اس کے تابع ہوں اور چاند ستارے اس کے غلام ہوں وہ تو اس وقت بھی خوش رہا جب وہ جھونپڑی میں چین سے رہتا تھا - سادہ زندگی گزارتا تھا - چاند ستاروں کو دور سے دیکھ کر لطف لیتا تھا اور چاندنی کی ٹھنڈک سے محظوظ ہوتا تھا - مگر اسے کچھ چھن جانے اور کچھ چھین لئے جانے کا غم نہ تھا - جب وہ کسی کی مداخلت سے آزاد رہتا تھا اپنی انسانیت اس میں سمجھتا تھا کہ کسی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور دوسروں کو انسان تب قرار دیتا تھا، جب وہ اس کا حق نہ مارے -

اس نے صرف تب ہی دکھ محسوس کیا، وہ صرف ایسے ہی میں کراہا یا چیخا جب کسی نے اس کا حق چھینا یا تلف کیا - وہ اپنے حق سے زائد کی طمع نہ رکھتا تھا مگر دوسروں سے اپنا فرض ادا کرنے کی امید ضرور رکھتا تھا -

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کی نظر میں بھی انسانیت صرف ادائے حق و فرض کا نام ہے - در حقیقت انسانیت کا مسئلہ نہ زمین پر رہنے سے بگڑتا ہے نہ آسمانوں اور ستاروں پر پہنچ کر حل ہو جاتا ہے - بندر چاند سے ہو آئے، تب بھی بندر ہی ہوتا ہے - اور انسان زمین پر بھی انسان بن کر رہے تب بھی عظیم رہتا ہے - میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ

کرو- یاد کرو اسی پر تمہاری ابدی زندگی اور ہلاکی و کامیابی کا دار و مدار ہے-"[۳۲] اس طرح صاف ثابت ہے کہ قرآن کریم سراسر درس و ہدایت انسانیت ہے- ادائے حقوق و فرائض کے سلسلے میں ایک پہلو اور بھی لائق توجہ ہے وہ یہ کہ جو چیز کسی ایک کا حق ہوتی ہے وہی دوسرے کا فرض ہوا کرتی ہے- مثلاً اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات قدرت و کبریائی کی بنا پر اسی بات کا مستحق ہے کہ اس کی پرستش و اطاعت کی جائے- سو یہ چیز اللہ تعالیٰ کا حق ہے- اور بندوں کا فرض-

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بحیثیت پیغمبری یہ حق ہے کہ آپ کا اتباع اور پیروی کی جائے- لہٰذا ایسا کرنا انسان کا فرض ہے- اسی طرح ایک مزدور اجرت پر کسی کا کام کرتا ہے اجرت اس مزدوری کا حق ہے- ایک دوست کا دوستی کی بناء پر یہ حق بنتا ہے کہ آپ اس سے زیادہ توجہ اور پیار کا سلوک کریں یہ اس کا آپ پر حق ہے اور اسے پورا کرنا آپ کا فرض- اور یہ حق ادا کرنا آجر کا فرض-

غرض کہ جو چیز ایک کا حق ہوتی ہے وہی دوسرے کا فرض کہلاتی ہے- حقوق کے پورا ہونے اور ان کی تکمیل کے سلسلے میں دو طریق کار اختیار کیے جا سکتے ہیں- ایک یہ کہ حقدار اپنے حقوق کی خود فکر کرے- انہیں حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہو- اور چونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے- خود اپنے اختیار کی بات نہیں اس لئے مطالبہ و سوال کا عادی نے یا حق پورا ہوتا نہ دیکھے تو جبر و زور اور اپنے ممکنہ وسائل سے کام لے- دوسرا طریق یہ ہے کہ حقدار حصول حق کا بار نہ رکھا جائے- بلکہ جس کا فرض ہے جسکے ذمے کسی کے حق کی ذمہ داری ہے وہ اپنا فرض ادا کرے اور وہی اس کی جواب دہی کرے اس صورت میں حق والے کا حق از خود پورا ہو جاتا ہے- کسی کشمکش کی نوبت نہیں آتی اور اس طریق کار میں صاحب فرض اور صاحب حق دونوں کی انسانی شان اور وقار بھی محفوظ رہتے ہیں- حق والے کا تو یہ بھی حق ہے کہ حق اسے خود ملے- لفظ حق اور استحقاق میں غور کرنے ہی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے- اب اگر اسے حق لینے اور حاصل کرنے کی راہ پر ڈال دیا جائے

وہ صحیح معنوں میں زندگی گزار سکے گا-

اس ایک اجمالی جائزے ہی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے- کہ پورے قرآن [illegible] اس کی تعلیمات کا حاصل ادائے حق و فرض کی تعلیم اور انسان کو اس کے قابل بنا [illegible] ہم انسانیت ہے-

آیئے ایک اور زاویے سے نظر ڈالیں- اگر ہم مذکورہ بالا تین عنوانوں کا [illegible] خلاصہ نکالیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حاصل خلاصہ تین باتیں ہیں-

(۱) ان اللہ یا مرکم ان تو دوا الامانات الی اھلہا

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ حقداروں کی امانتیں ان کو پوری پوری ادا کرو [illegible] کے وسیع مفہوم میں تمام حقوق شامل ہیں چاہے وہ اللہ کے حق ہوں چاہے لوگوں [illegible] چاہے اپنی جان کے احکام کا تعلق انہی سب چیزوں سے ہے-

دوسری بات یہ کہ "قد افلح من زکہا و قدخاب من دسہا-

جس نے نفس کو پاک اور ستھرا رکھا- خواہش طمع اور غرض سے بیگانہ [illegible] کامیاب ہوا اور جس نے نفس کو دھنسا دیا- طمع و خواہش اور جذبات سفلی میں جکڑا اور [illegible] رکھا سو وہ رسوا ہوا- یہ کل اصلاح اخلاق کا حاصل خلاصہ ہے-

تیسری بات یہ کہ والی اللہ ترجع الامور — والیہ ترجعو [illegible] والیہ تحشرون-

تم سب کو تمہارے سارے معاملات کو اللہ رب العزت کے پاس ہی لوٹ [illegible] کر جانا ہے اور اسی کے سامنے تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے- اور پیش کیے جاؤ گے- جہاں [illegible] کیے کا پھل پاؤ گے- یہ خلاصہ ہے مابعد الموت اور اخروی زندگی سے متعلق سب بیانات [illegible] ان تینوں باتوں کا بھی جب آپ خلاصہ نکالنا چاہیں گے تو یہی ایک بات نکلے گی کہ [illegible] کسی کے بھی حقوق تم پر ہوں پوری طرح اور پوری صاف باطنی سے اور للّٰہیت کے ساتھ [illegible]

تو یہ بھی انکی ایک حق تلفی ہے۔اس کے برعکس "صاحب فرض اور ذمہ دار" [illegible]
ظاہر کرتے ہیں کہ ادائیگی اور انجام دہی اس شخص کے ذمہ ہے لہذا یہ بار اسی پر [illegible]
جس کا ہے اور اسے اپنے فرض سے غافل نہ ہونا چاہیے

قرآن واسلام میں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ حق والے سے اس کی پرسش [illegible]
کہ اس نے اپنا حق کیوں نہیں لیا۔البتہ یہ ضرور ملے گا کہ فرض ادا نہ کرنے کی جواب [illegible]
کرنی پڑے گی۔

اسلام نے تکمیل حقوق کے سلسلے میں حصول حق یا مطالبہ حق کی راہ پر [illegible]
بجائے ادائے فرض کی طرف متوجہ رکھنے کی راہ اختیار رکھی۔ یہ عین انسانی فطرت [illegible]
مطابق ہے۔انصاف کے تقاضوں کے بھی مطابق ہے۔اور معقول طریق بھی یہی [illegible]
زندگی میں اگر انسان اس چیز کی فکر رکھے کہ دوسرے کے حق جو اس پر فرض ہیں [illegible]
پوری طرح ادا کردے تو آپ دیکھیں گے کہ زندگی میں بڑی سہولت لطف اور سکون [illegible]

اسلام نے ادائے فرض کی تعلیم پر ہی زور دیا ہے۔اس کے برعکس بعض [illegible]
نظام اور نظریات حقوق طلبی کی تلقین کرتے ہیں۔اور مطالبات کی راہ دکھلاتے ہیں۔ [illegible]
اس سے اصل مسئلہ حل نہیں ہوتا۔حق طلب کرنے سے حق پورا ہو جانا کچھ ضروری [illegible]
۔اس کا نتیجہ سوائے کشمکش تصادم اور پیچیدگی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔یہ طریق کار [illegible]
فطرت سے بھی ہم آہنگ نہیں اور اس میں انسانی وقار اور عظمت بھی خاک میں ملتی ہے۔

نہ یہ وہ راستہ نہیں پہنچائے جو منزل پر ہمیں

یہ ہے انسان اور انسانیت کا وہ تصور جو قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے ملتا ہے۔
کبھی ایسا انسان نہ بھی دستیاب ہو تو بہر حال ضرورت ہے کہ اس کی تلاش جاری رکھی جا [illegible]
آخر میں اتنا ہی کہہ دینا مناسب ہے---

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا****مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اخبار الجامعہ

مولانا حمید اللہ جان

جامعہ کے تعلیمی سال نمبر ۸ کی آخری میٹنگ میں سالانہ امتحان کے بارے میں فیصلہ ہوا جس کے تحت ۲۳، ۲۴، ۲۵ اکتوبر تحریری امتحان اور ۲۶ اکتوبر تقریری امتحان کے لئے مقرر ہوئے۔اس پر عمل کرتے ہوئے تحریری اور تقریری امتحان لیا گیا۔

واضح رہے کہ جامعہ کے سالانہ امتحان میں شمولیت ان طلبہ کے لئے لازمی تھی۔جو وفاق کے درجات میں شامل نہیں تھے جبکہ وفاق کے درجات کے لئے وفاق کی طرف سے ۲۸ اکتوبر سے لیکر ۲ نومبر تک تاریخیں مقرر ہو چکی تھیں۔جن میں جامعہ کے مختلف درجات میں سے تقریباً ۹۴ طلبہ نے شرکت کی۔

۲ نومبر ۲۰۰۰ء جامعہ کے سالانہ امتحان کا نتیجہ نکالا گیا جس میں سے مختلف طلبہ نے اپنے درجات میں اول، دوم، سوم کی پوزیشن حاصل کی۔

سالانہ تعلیمی میٹنگ میں یہ بھی مشورہ ہوا کہ چھٹیوں کے دوران جامعہ میں دورہ تفسیر القرآن الکریم کی تعلیمات سے منور اور روشن رہے تو اس مشورہ کے تحت آج بروز منگل ۷ نومبر ۱۰ شعبان ۱۰ بجکر ۳۰ منٹ پر جامعہ کے مدیر حضرت مفتی غلام الرحمن صاحب نے تفسیر قرآن کا افتتاح کیا۔افتتاح میں جامعہ کے اساتذہ، طلبہ اور دوسرے مدارس کے طلبہ نے شرکت کی۔ترجمہ کے تفسیر کا ٹائم فی الحال صبح ۸ بجے سے لیکر ۳۰ : ۱۲ بجے جبکہ دوپہر میں ۲ بجے سے لیکر عصر تک ٹائم مقرر ہوا۔

اگلے سال جامعہ کے داخلے کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اعلان داخلہ

جامعہ عثمانیہ کے آئندہ تعلیمی سال نمبر 9 کے داخلہ
الاوقات مندرجہ ذیل ہیں

قدیم طلبہ کے داخلے کی تجدید ۲ جنوری ۲۰۰۱ء بروز منگل
درجہ تخصص کے لئے فضلاء کا امتحان ۲ جنوری ۲۰۰۱ء بروز منگل

جدید طلبہ کا امتحان داخلہ ۳، ۴ جنوری بروز بدھ، جمعرات
نتیجہ امتحان ۵ جنوری بروز جمعہ
شفوی جائزہ (کامیاب طلبہ کا انٹرویو) ۲ جنوری بروز ہفتہ
بنات کا داخلہ ۷ جنوری بروز اتوار
افتتاح سباق ۸ جنوری بروز پیر
شعبہ حفظ میں داخلے کی گنجائش نہیں

دفتر تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور ۵۲۸

بنوں برانڈ ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ

توابل الادم
سولہ ۱۶ اجزاء مجموعہ

بنوں
سالن مصالحہ

مرچ سرخ، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ
دار چینی، ...، ...، الائچی کلاں، ...، انار دانہ، تیز پتہ
جائفل، لونگ، ...، ...

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان
گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان